© rasailojaraid.com

شیخ نذیر حسین

# حافظ ابوالعلا ہمدانی

## نامور محدّث اور صوفی

یاقوت الرّومی نے عرب ادیبوں، نحویوں، لغویوں اور شاعروں کے حالات میں ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو بیس جلدوں میں ہے اور اس کا نام "معجم الادبا" ہے۔ آٹھویں جلد میں مصنف نے چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدث اور معروف صوفی حافظ ابوالعلا الہمدانی کے دلچسپ اور اثر انگیز احوال لکھے ہیں، جس کی ضروری تلخیص پیشِ خدمت ہے۔

حافظ ابوالعلا ہمدانی ۴۸۸ھ میں جنوبی ایران کے مشہور شہر ہمدان میں پیدا ہوئے، جسے "ہمذان" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایران کا قدیم ترین شہر ہے جس کا ذکر تورات میں احمتا کے نام سے آیا ہے۔ یہاں ابن سینا کی قبر بھی ہے۔ مشہور ادیب اور انشا پرداز بدیع الزماں بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

حافظ ابوالعلا بچپن ہی سے نہایت ذہین تھے۔ اُنھوں نے ایک قاری سے قرآن مجید صرف سورہ یوسف تک حفظ کرکے باقی قرآن خود بخود حفظ کر لیا تھا۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو شیخ عبدالقاہر جرجانی کی کتاب الجمل جو علمِ نحو میں ہے، ایک دن میں یاد کر لی۔ اس کے بعد ابوبکر بن درید کی جمہرۃ اللغۃ، ابن فارس کی کتاب الجمل اور زبیر بن بکّار کی کتاب النسب جیسی کتابیں حفظ کر ڈالیں۔ بعد ازاں علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ لوگوں نے حافظ ابوالعلا سے پوچھا کہ آپ زیادہ تر علوم قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جواب دیا کہ میں نے ابتدائے عمر میں دیکھا کہ اکثر لوگ ان علوم کے درس و تدریس سے رغبت اور اکابر علما سے ملاقات کا شوق نہیں رکھتے، اس لیے میں نے اپنی ساری عمر علم کی تحصیل میں صرف کر دی ہے۔

حافظ ابوالعلا کا معمول تھا کہ دن کو کتابتِ حدیث یا اس کے مطالعے میں مصروف رہتے یا طلبا کو پڑھاتے یا کسی سے قرآن پاک سنتے۔ رات کے اوقات کو اُنھوں نے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصے میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے، دوسرے حصے میں غور و فکر کرتے اور تیسرے حصے میں استراحت فرماتے۔ جب سو کر اُٹھتے تو کئی بار یاکَرِیمُ یاکَرِیمُ اَکْرِمْنَا پڑھتے۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی کھلے دل سے امداد کرتے، چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا گھر رہن تھا۔

حافظ ابوالعلا کو علم حدیث سے بے حد شغف تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجھے ایسی حدیث مع سند کے سنا دے جو مجھ تک نہ پہنچی ہو تو اس کا مُنہ سونے سے بھر دوں گا۔ وہ مجمع عام میں حدیث کی روایت اور اس کی تشریح سے محترز رہتے۔ ان کو ڈر لگا رہتا کہ سناتے وقت حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہو جائے۔ وہ سنت پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی خلافِ سنت کام کرتا تو اس سے تعلق منقطع کر لیتے۔

ایک دفعہ سلطان محمد ان سے ملنے آیا۔ اُنھوں نے سلطان کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ جب سلطان جانے لگا تو اس کو تاکید کی کہ وہ سب سے پہلے اپنا دایاں پاؤں باہر نکالے اور دائیں جانب سے راستہ پکڑے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی باوضو ہو کر لکھتے۔

حافظ ابوالعلا کے علم و فضل اور دینداری اور پرہیز گاری کی اکثر اسلامی دُنیا میں دھوم تھی۔ دور دور سے طلبا تحصیلِ علم کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ ایک مراکشی عالم ان کا علمی شہرہ سُن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک قصیدہ پیش کیا، جس کا مطلع ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سعی الیک علی قرب ومن بعدِ
من کان ذا رغبۃ فی العلم والسند

(دور و نزدیک سے کشاں کشاں آپ کے پاس علم کے شائق اور سندِ حدیث کے متوالے آ رہے ہیں)

امام ابوالمبارک المقری الشیرازی نے حافظ ابوالعطا کی مدح میں یہ شعر کہا ہے۔

فساد سیر الشمس فی کل مَوْطنٍ
وَھبَّ ھبوب الروح فی الشرق والغرب

(سورج کی طرح ہر جگہ ان کا ذکر جاری و ساری ہے اور ہوا کی مانند وہ مشرق و مغرب پہ چھائے ہوئے ہیں)۔

جب حافظ ابوالعلا نماز جمعہ پڑھنے جامع مسجد جاتے تو انھیں دیکھنے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے اور بعض نوجوان ان کے گرد حلقہ بنا کر اُنھیں بصد مشکل مسجد میں لے جاتے۔

حافظ ابوالعلا ولیِ کامل تھے۔ ان کے معاصرین ان کے علم و فضل اور پرہیز گاری کے بے حد مداح تھے۔ حافظ ابوجعفر اپنے زمانے کے ممتاز محدث تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر روزِ قیامت مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے ساتھ کیا لائے ہو تو میں حافظ ابوالعلا کو پیش کر دوں گا۔

ایک دفعہ حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمدؒ اصفہان کی جامع مسجد میں محدثین کی ایک جماعت کو حدیث کا املا کرا رہے تھے کہ ناگہاں حافظ ابوالعلا تشریف لے آئے۔ حافظ ابوالقاسم نے املا بند کر کے حاضرین سے کہا کہ جس نے اس صدی کے مجددؒ کو دیکھنا ہو وہ حافظ ابوالعلا کو دیکھ لے۔ تمام حاضرین نے اُٹھ کر ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔

حافظ ابوطاہر السلفی، اسکندریہ کے مشہور محدث تھے۔ ان کی مجلسِ درس میں ایک دفعہ حافظ ابوالعلا کا ذکر آیا تو حافظ سلفی نے کہا، دینداری نے ان کو سرفراز کیا ہے۔

حافظ ابوالعلا مستجاب الدعوات تھے۔ عباسی خلیفہ المقتفی لامر اللہ ان کا بڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


معتقد تھا اور خط میں اُنھیں وارث علم الانبیا اور حافظ شرع المصطفیٰ لکھا کرتا تھا اور ہمیشہ ان سے طالبِ دُعا رہتا تھا، لیکن حافظ صاحب نے اس سے کبھی کوئی عطیہ یا صلہ اور انعام قبول نہیں کیا، بلکہ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے تھے۔ ان کے کشوف و کرامات کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

استاد بہلہ حافظ ابو العلا کے گھر کے لیے آٹا پیسا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ آٹا پیس کر لا رہا تھا کہ راستے میں ایک درویش نے اس سے تھوڑا سا آٹا مانگا، لیکن اس نے نہ دیا۔ جب وہ حافظ صاحب کی خدمت میں آٹا پیس کر لایا تو حافظ صاحب نے کہا کہ اگر تم اس درویش کو مٹھی دو مٹھی آٹا دے دیتے تو تمھارا کیا بگڑ تا تھا۔ بہلہ نے توبہ کی اور ان کے تدیّن کا قائل ہو گیا۔

شیخ مسعود النعّال ایک صوفی بزرگ تھے، ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ دُعا کے لیے حافظ ابو العلا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب بیان فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی جاندار پیدا کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ ضرور پیدا ہو کر رہتا ہے۔ شیخ مسعود یہ سُن کر رو پڑے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ میں بے اولاد ہوں اور حافظ صاحب سے دُعا کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا ارزانی فرمائے۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بچے کی پیدائش کے لیے دُعا کی اور اپنا بچا ہوا کھانا عنایت فرمایا کہ وہ اپنی اہلیہ کو جا کر کھلا دے، چنانچہ ایک مدت کے بعد شیخ مسعود کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

حافظ ابو العلا کا ایک خادم تھا، جس نے ان کی دس برس خدمت کی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اس عرصے میں حافظ صاحب کی بہت سی کرامتیں دیکھی ہیں۔ ایک دفعہ وہ نماز تہجد کے لیے وضو کرنے کے لیے اُٹھے اور پانی مانگا، میں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو وہ سونے کے پانی سے بھرا ہوا نکلا، جس کی چمک سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر چیخ اُٹھا۔ حافظ صاحب کو ڈول دکھایا تو اُنھوں نے اِنّا للّٰہ اور استغفار پڑھا اور میرے ہاتھ سے ڈول لے کر کنوئیں میں گرا دیا اور دوبارہ خالی پانی نکال لیا۔ پھر مجھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تاکید کی کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

شیخ عمر بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حافظ ابوالعلا دونوں کہیں سفر میں تھے۔ راستے میں ہمیں ایک محدث ملے۔ حافظ ابوالعلا نے اپنی مسموعات کا ایک جز نکال کر اس کی قراءت شروع کردی۔ قراءت سے فارغ ہو کر ہم اپنے اپنے راستے کی طرف چل دیے۔ آگے گئے تو ایک نہر تھی جسے عبور کرتے ہوئے حافظ صاحب کی مسموعات کا جز پانی میں گر گیا اور ضائع ہو گیا۔ حافظ صاحب کو اس کا بہت افسوس ہوا، ناگہاں ایک قبول صورت بزرگ کہیں سے نمودار ہوئے۔ اُنھوں نے حافظ صاحب سے ان کے افسوس کا سبب دریافت کیا تو اُنھوں نے اس جز کے ضائع ہونے کا ذکر کیا۔ بزرگ نے کہا۔ قلم لے کر اپنی ضائع شدہ مسموعات کو لکھنا شروع کردیں۔ وہ بزرگ لکھواتے جاتے تھے اور حافظ صاحب لکھتے جاتے تھے اور تعجب سے اس کی طرف دیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب املا ختم ہو چکی تو حافظ صاحب نے اس بزرگ کا دامن پکڑتے ہوئے پوچھا: آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملا: تمھارا بھائی خضر ہوں۔

اس کے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

حافظ ابوالعلا کی اہلیہ کا بیان ہے کہ ان کے گھر کے اوپر ایک کمرہ تھا جس کے دروازے بند کر کے رات اور دن کے بیشتر اوقات میں حافظ صاحب تن تنہا خود گزیں رہا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے شوق چرایا کہ اوپر جا کر دیکھوں تو سہی کہ وہ اکیلے بیٹھے کیا کرتے رہتے ہیں۔ میں ہمت کر کے اوپر چڑھ گئی، دیکھا کہ چاروں طرف روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ دروازے کی درزوں سے دیکھا کہ حافظ صاحب ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کچھ پڑھ رہی ہے، مجھے پڑھنے والوں کی دھندلی سی شکلیں نظر آرہی تھیں اور ہلکی ہلکی سی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گئی اور بے ہوش ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئی تو دیکھا کہ حافظ صاحب کھڑے ہیں اور پوچھ رہے ہیں، تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ کہنے لگے اس منظر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، چنانچہ میں نے اس واقعہ کو چھپائے رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں بیمار ہو گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جب حافظ ابوالعلا کا آخری وقت قریب آیا تو ان کے بعض عقیدت مندوں نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کرنی چاہی، لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ پھر اس میں گستاخی اور بے ادبی کا بھی احتمال تھا۔ بالآخر ایک شخص نے سورہ یٰس سنانی شروع کر دی۔ اتفاق سے اس نے ایک جگہ غلط پڑھ دیا۔ حافظ صاحب نے فوراً آنکھیں کھولیں اور غلطی کی اصلاح کر دی۔ لوگوں کو اس پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد دوا کا پیالہ ان کے لبوں پر رکھا گیا تو منہ موڑ کر پیالہ لبوں سے ہٹا دیا اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھ کر جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی، رحمتہ اللہ علیہ۔ انھیں ۱۹۔ جمادی الاولیٰ ۵۹۹ھ کو جمعرات کے دن دفن کر دیا گیا۔

حافظ ابوالعلا نے کبھی درہم یا دینار اپنے پاس نہیں رکھے، جو کچھ آتا، اسی دن غرض مندوں اور ناداروں کو دے دیتے۔ مرنے کے بعد انھوں نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا بلکہ ان کا مکان بیچ کر ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

---

© rasailojaraid.com